eISSN: 2791-0342
pISSN:2791-0334

اکیسویں صدی کے اُردو ناول میں ہیئتی اور اسلوبیاتی تجربات

HAIYATI AND STYLISTIC EXPERIMENTS IN THE URDU NOVEL OF THE 21ST CENTURY

Shazia Raheem
PhD Urdu Scholar
Lahore Leads University,Lahore

Dr. Parveen Akhtar Kallu
Associate Professor Department of Urdu,
GC University, Faisalabad.

شاذیہ رحیم
پی ایچ۔ڈی اردو اسکالر
لاہور لیڈز یونیورسٹی،لاہور

ڈاکٹر پروین اختر کلو
ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ اردو،
گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

ABSTRACT

This article mentions the important novels of the 21st century. The novel is not a part of life but the whole. It reflects one or more eras. It is as if the novel is a huge genre of literature. If we look at the first two decades of the 21st century, it comes out that during this period, Urdu novels were successively written in Hindi and Urdu. Methodological experiments were conducted. Many novels came before us in this century and paved their way in Urdu novel very quickly. Started creating Urdu novels from 2001 to 2023. This is the reason why there are innovative and stylistic experiments in the themes of the novels of the present century. The novelists of the 21st century paid special attention to their style of telling the story and used new experiments to make their novels more interesting. It is not avoided. In the 21st century novel, the relationship of experiences is connected with its basic tradition. That is why modern novelists have also maintained the structure of simplicity, smoothness and fluidity. This is the reason that the future of Urdu novel is quite brilliant and promising. Looks bright. Novelists are creating new novels by taking interest in this art. Along with the creation of the novel, creativity and criticism should be strengthened so that more new experiments can be made in the form and style of the Urdu novel in the coming era.

KEYWORDS

Innovation, Composition, Stylistic experiments, Novels, Present century.

ناول وہ ادبی صنف ہے جس کا اسلوب دل کش ہوتا ہے۔ اکیسویں صدی کے ناول نگاروں نے کہانی بیان کرنے کے لیے اپنے اسلوبِ بیان پر ہمیشہ خصوصی توجہ دی اور اپنے ناولوں کو زیادہ سے زیادہ دل چسپ بنانے کے لیے نئے تجربات سے بھی گریز نہیں کیا۔ اسلوب کے تناظر میں کیے گئے تجربات نہ صرف ان کے ناولوں کے لیے کامیاب ثابت ہوئے ہیں بلکہ اُردو ناول کے ارتقاء میں اِن ہیئتی اور اسلوبیاتی تجربات نے خونِ جگر کا کام کیا ہے۔ آل احمد سرور اس ضمن میں لکھتے ہیں:

"ناول میں زندگی کے مختلف تجربات اور مناظر ہوتے ہیں، واقعات کا ایک سلسلہ ہوتا ہے، پلاٹ، کردار، مکالمہ، منظر نگاری اور فلسفۂ کی جھلک ہوتی ہے۔ ہر ناول ایک ذہنی سفر کا آغاز ہوتا ہے اور فطرت انسان سے نقاب اٹھانے کی ایک کوشش، ناول لکھنے کے لیے بڑی پختگی اور بڑے رچے ہوئے شعور کی ضرورت ہوتی ہے۔"(۱)

ناول نگاری کے لیے حقائق کے ساتھ اخلاقی نکتۂ نظر اور کرداروں کا معاشرے سے تعلق، رہن سہن اور تہذیب و ثقافت کی واضح عکاسی ضروری ہے کیوں کہ ناول میں بیان کیے گئے واقعات ماضی یا حال کا قصّہ ہوتے ہیں اور ایک ناول نگار اپنے قلم کے ذریعے اپنی نثر کا حصہ بناتے ہوئے اصلاحِ معاشرہ کی کوشش کرتا ہے لیکن آل احمد سرور کا خیال ہے:

"یہ سب ضمنی باتیں ہیں ناول کا اصل مقصد تفریح ہے۔ دل چسپی قائم رکھنا اس کے لیے ضروی ہے چاہے وہ تصویر بتاں اور حسینوں کے خطوط کے ذریعے سے ہو یا تصّوف اور اخلاق کے مسائل کی موشگافیوں سے۔ یورپ میں ناول کو ادبیات میں اٹھارویں صدی میں جگہ ملی اور انیسویں صدی میں یہ صفِ اوّل میں آگیا۔ اب اس سے جو کام لیا جاتا ہے وہ کسی اور طرح ممکن نہیں۔ یہ زندگی کی تصویر بھی ہے اور تفسیر بھی۔ خواب جوانی کی تعبیر ہے اور سب سے بڑھ کر تنقید بھی یہ ڈراما یا مضمون سے زیادہ مکمل ہے۔ مضمون نگار زندگی کے متعلق اظہارِ خیال کرتا ہے۔ ڈراما زندگی کو شعلے کی لپک اور لہو کی دھار بنا کر پیش کرتا ہے مگر ناولٹ زندگی کے چہرے سے نقاب اٹھاتا ہے۔ زندگی کو دیکھنے کے بعد اُسے دوسروں کو دکھانا بھی ناول نگار کا فرض ہے۔"(۲)

ناول ایک فرضی نثری قصّہ یا کہانی ہوتی ہے جس میں حقیقی زندگی کا عکس نظر آتا ہے۔ ناول کا موضوع انسانی زندگی ہے۔ ناول نگار انسانی زندگی کے حالات و واقعات، معاملات اور اخلاقی و معاشرتی عناصر کے مکمل مشاہدے کے بعد ایک خاص انداز میں ترتیب کے ساتھ کہانی میں پیش کرکے دوسروں کو دکھاتا ہے۔ وہ ایک تخلیق کار بھی ہے کیوں کہ وہ ناول کے حقائق، کہانی، پلاٹ، کردار، ماحول اور مسائلِ زندگی کو متاثر کن انداز میں پیش کرتا ہے کہ قاری کے لیے دل چسپی کا باعث بن جاتا ہے۔

بہر حال اُردو میں ناول کا اصل پس منظر داستانیں ہیں اور انہوں نے ہی ناول کو جنم دیا ہے۔ اس لیے یہ ناممکن ہے کہ ناول نے اپنی ابتدائی اور ارتقائی منزلوں میں داستانوں کے اسالیب سے استفادہ نہ کیا ہو۔ اُردو میں پہلے نثر کو کوئی اہمیت حاصل نہیں تھی اس لیے داستانوں نے نثر کی شاندار ادبی روایت قائم کی۔ نثر نگاری سادگی کے ساتھ چلی اور جب انگریزی طرز پر ناول اُردو میں لکھے جانے لگے تو ان نئے ناول نگاروں نے بھی زبان کے لیے وہی نمونے اپنائے جو فورٹ ولیم کالج کی نثر نے پیش کیے تھے۔ انیسویں صدی کے اواخر میں آسان نثر میں باتیں کرنا زیادہ مؤثر سمجھا جاتا تھا۔ ڈپٹی نذیر احمد کے ناولوں کی زبان اور اسلوب اس کی بہترین مثال ہے۔ ڈپٹی نذیر احمد نے اپنے ناول اس لیے لکھے تا کہ انسان شر کی دنیا سے نکل کر خیر کی دنیا میں آئے۔ ان کی تمثیلی

ناول "مرآۃالعروس" سے "ایامیٰ" تک ہیئت کے اعتبار سے داستان سے ذرا قریب نظر آتے ہیں۔

ڈپٹی نذیر احمد پہلے ناول نگار ہیں جنہوں نے 1869ء میں "مرآۃ العروس" ناول لکھا اور اُردو ادب میں ناول کی بنیاد رکھی۔ اس کے بعد "ابن الوقت"، "بنات النعش"، "توبۃ النصوح"، "فسانۂ مبتلا" اور "رویائے صادقہ" جیسے ناول منظرِ عام پر آئے۔ نذیر احمد نے اُردو ناول میں ایک نئی صنف کا آغاز کیا۔ قصّے کہانیوں کو داستانوی رنگ سے نکال کر حقیقت کا رنگ دیا۔ آل احمد سرور اس ضمن میں لکھتے ہیں:

> "نذیر احمد کی کہانیوں کو ناول کا اوّلین نمونہ کہا جا سکتا ہے۔ اگرچہ مکمل ناول کا نمونہ نہیں پھر بھی ہم بآسانی نذیر احمد کے قصّے ان کے بعد کے قصّوں سے الگ کر سکتے ہیں۔ بعد کے قصّوں میں ناول کی چند خصوصیات ملتی ہیں۔ یہ نذیر احمد کا تصرف ہے۔ مرآۃ العروس ۱۸۶۹ء میں شائع ہوئی۔ اس کے چند سال بعد اعظم گڑھ کے قیام کے زمانہ میں توبۃ النصوح لکھی گئی۔ نذیر احمد کی یہ کتاب شائع ہو چکی تھی کہ ۱۸۳۹ء میں فسانۂ آزاد پہلے اودھ اخبار اور پھر کتابی صورت میں شائع ہوا۔"(۳)

نذیر احمد نے اپنی کہانیوں میں تعلیمی، اخلاقی اور مذہبی نکتۂ نظر اپنایا کہ ان کی کہانی مقصدی اور اصلاحی ہونے کے ساتھ ساتھ مکمل اور واضح ہوتی تھی۔ ان کی کہانیاں اب بھی مقبول اور بڑے شوق سے پڑھی جاتی ہیں۔

نذیر احمد کے بعد اخلاقیات کی قلعی تقریباً اُتر جاتی ہے۔ ناول کے اسلوب میں آزادی اور آزاد خیالی روانی کے ساتھ داخل ہوتی ہے۔ سرشار نے ناول کی روایت کو آگے بڑھایا اور لکھنؤ کی تہذیب کو کھل کر بیان کیا۔

سرشارؔ کے فن میں لکھنؤ کی تہذیب و ثقافت کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ آل احمد سرور نے سرشار کے نکتۂ نظر کو اس طرح واضح کیا ہے:

> "سرشارؔ اپنے دائرۂ عمل میں اپنی مثال آپ ہیں۔ ان کو لکھنؤ اور اس کے گرد و نواح کی سوسائٹی سے عشق ہے۔ وہ بمبئی میں ہوں یا قسطنطنیہ میں لکھنؤ کی فضا پیدا کرنے سے باز نہیں آتے۔ سیرت نگاری سے انہی کوئی لگاؤ نہیں اور سیرتوں کے تنوع سے وہ معاشرت کی تصویر بنانا جانتے ہیں۔ انہیں کارٹون اچھے بنانے آتے ہیں۔ ان کی خلاقی ان کی سب سے ممتاز خصوصیت ہے۔"(۴)

سرشارؔ کے بعد شررؔ کا نام آتا ہے۔ عبدالحلیم شررؔ اور محمد علی طبّیب نے تاریخی ناول تخلیق کر کے اس روایت کو آگے بڑھایا۔ شررؔ کے بہترین ناولوں میں سے "فردوسِ بریں" اور "منصور موہنا" ہیں۔ آل احمد سرور کا خیال ہے:

"سرشار کی تصانیف صحرائی مناظر کی طرح ہیں جہاں بے تکے پن کی حد تک خوب صورت قطعے، اور نہایت بدنما سین گڈمڈ ملتے ہیں۔ شررؔ کا اندازِ بیان اگرچہ انگریزی سے متاثر ہے مگر کچھ تسلی بخش نہیں۔"(۵)

مرزا ہادی رسوا نے "اُمراؤ جان ادا" لکھ کر ناول کو ایک اور قدم آگے بڑھانے میں اپنا مؤثر کردار ادا کیا۔ بقول آل احمد سرور:

"رسواؔ نے تاریخی ناولوں کو چھوڑ کر حقیقت نگاری کو شعار بنایا۔"(۶)

پریم چند نے زبان کی فطرت اور ناول کے معیاری اسلوب کو ضرورت سمجھا اور ناول نگاری کی روایت کو آگے بڑھایا۔ کرشن چندر نے اپنے لچھے دار اسلوب کے ذریعے روحانی حقیقت پسندی کی تعمیر کی۔ حقیقت نگاری کو عزیز احمد نے بے باکی عطا کی اور حیدر آباد دکن کی مرتی ہوئی تہذیب کو پیش کیا۔

عصمت چغتائی نے "ٹیڑھی لکیر" میں کردار کی بہترین نفسیاتی تحلیل پیش کر کے اُردو ناول کے اسلوب کو نئے اُفق سے ہمکنار کیا اور اسلوب کو نفسیاتی و جنسی مسائل کی رمزیہ پیش کش کے قابل بنایا۔ احسن فاروقی نے ناول میں ڈرامائی اسلوب کو بڑھا دیا، قرۃ العین حیدر ناول "میرے بھی صنم خانے" کے ساتھ اُبھریں اور اپنے پہلے ناول کے اسلوب سے اُردو فکشن کی دنیا پر چھا گئیں اور اُردو ناول نگاری کو اسلوب اور ہیئت دونوں اعتبار سے نئے انقلاب سے دوچار کیا۔ راجندر سنگھ بیدی نے "ایک چادر میلی سی" کے ذریعہ اُردو ناول کے اسلوب پر اپنی قدرت کا لوہا منوایا۔ عبداللہ حسین کا ناول "اداس نسلیں" اپنے موضوع اور اسلوب کی وجہ سے زیادہ مشہور ہوا۔ بڑے پیمانے پر ناول کو اسلوبیاتی تجربے سے گزارنے میں انتظار حسین نے پہل کی ہے۔ "آگے سمندر ہے" ناول میں انتظار حسین نے مختلف تکنیکوں اور اسالیب کے تجربوں سے گزارا ہے۔ کہانی کا بیان واحد متکلم یا کبھی ڈائری تکنیک کے ذریعے کہانی کی معنویت تشکیل دی ہے۔ ناول کے اسلوب کو بیانیے کے تجربے پر فوقیت دی ہے۔

اکیسویں صدی کے ناول میں تجربات کا رشتہ اس کی بنیادی روایت سے جُڑا ہوا ہے۔ اسی لیے جدید ناول نگاروں نے بھی سادگی سلاست اور روانی کی عمارت پریم چند کی تخلیق کردہ بنیاد پر ہی رکھی ہے۔ مثلاً عبدالصمد نے اپنا مشہور ناول "بکھرے اوراق" لکھا تو ناول کے اسلوب کو زندگی اور فن کے عصری تقاضوں سے ہم آہنگ کیا۔ عبدالصمد نے زبان کو تصنع اور بناوٹ سے یکسر پاک رکھا ہے۔ ناول میں علامتی اظہار کا سلسلہ سجاد ظہیر کے ناول "لندن کی ایک رات" سے شروع ہوا اس کی نکھری ہوئی صورت قرۃ العین حیدر کے ناولوں میں نظر آتی ہے۔ اس کے بعد ناول نگاروں نے علامتی اور اسلوبیاتی تجربات اپنے ناولوں میں پیش کیے۔ اس سلسلے میں بانو قدسیہ کا ناول "حاصل گھاٹ" زیادہ بہتر اور قابلِ ذکر ناول ٹھہرا جس کے ذریعے عصری اُردو ناول میں پہلی بار احساس تازہ اور شعورِ نو کے جھونکے آئے ہیں۔ تکنیک اور اسلوب دونوں اعتبار سے ایک تہہ دار انوکھی تخلیق ہے۔ خالد جاوید کا ناول "موت کی کتاب" جنسی، نفسیاتی اور معاشرتی پیچیدگیوں کی سچّی تصویریں پیش کرتا ہے، شمس الرحمٰن فاروقی کا ناول "کئی چاند تھے سرِ آسماں" میں شاعرانہ اسلوبِ بیان کا خوب صورت امتزاج پیش کیا گیا ہے۔ نفسیاتی پیچیدگیوں اور نئے نئے گوشوں کو انھوں نے بڑی

تہہ داری کے ساتھ اظہار کی زبان دی ہے۔ ترنم ریاض نے اپنے ناول "برف آشنا پرندے" میں وادیٔ کشمیر کی عکاسی کی ہے۔ ناول کے اسلوب میں بے باکی اور سچائی قاری کے ذہن کے دریچے کھول دیتی ہے۔ ناول کے اسلوب کو زندگی، فن، ماحول اور علاقے کے تقاضوں سے ہم آہنگ کیا گیا ہے۔

مشرف عالم ذوقی کا ناول "لے سانس بھی آہستہ" تہذیبی و ثقافتی اقدار کے زوال کا نوحہ ہے۔ اپنے اسلوب اور طرزِ فکر کی وجہ سے یہ ناول واضح اور روشن ہے۔ موجودہ دور میں اپنے ہر ناول کو اسلوب اور تکنیک کے نِت نئے تجربات سے گزارنے کے لیے شہرت حاصل کر چکے ہے۔ انھوں نے اسلوب کے مختلف تجربے کیے ہیں اور اپنے ہر تجربے سے اُردو ناول کے اسلوب کو نئے نئے آسمان عطا کیے ہیں۔ ان کا نیا ناول "کرونا کے شب و روز میں" اپنے علامتی اور بہترین اسلوب کو موجودہ حالات کے بعد اس خوب صورت اور پُر لطف اسلوب میں پیش کیا کہ ناول بار بار پڑھنے کے بعد بھی تشنگی ختم نہیں ہوتی۔

اکیسویں صدی کی ابتدا سے ہی ناول نگاری کے ذریعے زندگی کے تجربات، واقعات، انسانی احساسات کو تخلیقی عمل کا حصّہ بنایا گیا اور ہیئتی اور اسلوبیاتی تجربات بیان کیے گئے جس میں انسانی صورت حال یا گہرا انسانی شعور ناول پر اثر انداز ہوا۔ اس صدی میں ناول کو وسعت ملی اور اس میں تہذیبی تغیّر، سماجی تبدیلی، سیاسی مسائل، مذہبی و اخلاقی صورتِ حال اور انسانی روابط کی ایک وسیع اور رنگا رنگ دنیا سمٹ آئی۔ اس بارے میں شاعر علی شاعر کا کہنا ہے:

> "نئ صدی میں لکھے جانے والے ناولوں کے اسالیب میں بھی تبدیلی واقع ہوئی ہے۔ ان کے بیان اور زبان کی نُدرت، اسلوب کا واضح ثبوت ہے۔ ان ناولوں کا سیاسی، سماجی اور معاشی پس منظر ہمیں نئے پن کی تصویریں دکھاتا ہے۔ ایسا ہونا ہی تھا کیوں کہ ہمارے سماج میں بے شمار تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں بلکہ معاشرے کا معاشرہ ہی تبدیل شدہ لگتا ہے۔ لہٰذا ان بدلتے ہوئے اقدار کے ساتھ ناول کے اسلوب کا بدلنا بھی ضروری ہو گیا تھا۔"(۷)

اکیسویں صدی کے اُردو ناول میں نئے زاویے اور تجربات قاری کی تخلیقی تسکین کا باعث بنے۔ ناول میں سیاسی، سماجی، تاریخی رجحان اور معاشرتی مسائل کو بیان کرنے کا ایسا اسلوب سامنے آیا جو ناول نگار کو اصلاحِ معاشرہ کے مقاصد کو مدّ نظر رکھنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔

اُردو ناولوں میں اسلوب اور ہیئت کے تجربے کئی اور ناول نگاروں نے بھی کیے ہیں۔ ان میں عمیرا احمد بھی ہیں، اسی طرح رضیہ بٹ کے ناول "شبو" کو اسلوب کے تجربے سے بہتر بنایا گیا۔ جدید دور میں نئے نفسیاتی مسائل نے بھی جنم لیا ہے۔ موجودہ صدی میں انسان معروضیات اور مسائل میں اس حد تک الجھ کر رہ گیا ہے کہ اس کے پاس اپنے خاندان اور گھر والوں کے لئے فرصت کے لمحات نکالنا محال ہے۔ "پھول گرتے ہیں" ناول میں وحید اپنے کاروبار اور مصروفیات میں اس قدر الجھا ہوا ہے کہ وہ گھر سے جاتے ہوئے گاڑی میں بیٹھ کر باہر دنیا کے مناظر پر اچٹتی ہوئی نگاہ ڈالتا ہے اور اپنے ذہن کی توجیہات کے مطابق ان ادھورے

خوابوں کو تکمیل دینے کے بارے میں سوچتا ہے جو بچپن سے ہی وہ دیکھا کرتا تھا۔ ہمارا معاشرہ غریب لوگوں کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتا اور نہ ہی ان کے حالات و مشکلات جو انھوں نے ہجرت کے وقت اٹھائی ہوتی ہیں۔ جس طرح وحید اور اس کے خاندان نے اٹھائی اور پاکستان آنے کے بعد بہت محنت و مشقت کی زندگی گزارتے ہیں۔

اُردو ناول کی ابتدا سے اب تک ناولوں کے ہیئتی اور اسلوبیاتی اعتبار سے جو جائزہ لیا گیا ہے اس کو مزید اختصار سے گزارتے ہوئے یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسلوب میں تبدیلی کا جہاں تک تعلق ہے ہر صنف میں دیکھا جا سکتا ہے۔ اکیسویں صدی کے دوسرے عشرے میں معاشرے نے بہت ساری تبدیلیاں قبول کی ہیں۔ میڈیا کا پھیلتا ہوا جال، بابری مسجد کی شہادت، فرقہ وارانہ فسادات، قتل و غارت گری، سیاسی بحران، اقدار کی پامالی اور ہوس کی اجارہ داری ایسی بہت سی باتوں نے زندگی کی بہت ساری کھردری حقیقتوں کو بے نقاب کیا ہے۔ کل تک پوشیدہ رہنے والی زندگی کی تلخ حقیقتیں بھی آشکار ہو گئی ہیں۔ ناولوں میں ہیئت اور اسلوب کے تجربات کو ذریعے داخلی تصورات اور انسان کے باطنی کرب اور زندگی کا اظہار کیا گیا ہے۔ ناولوں میں نہ صرف موضوعات کا تنوع ملتا ہے بلکہ تکنیک کی جدّت بھی نظر اتی ہے۔ ان میں پلاٹ، واقعات اور کردار کی پیش کش کے اعتبار سے جدّت طرازی سے کام لیا گیا ہے۔ نئ فکر اور نئے ذہنی رویوں کو فلسفیانہ انداز میں برتنے کی کوشش کی گئی ہے۔ زبان کا تخلیقی اظہار کافی بدلا بدلا سا ہے۔

اکیسویں صدی کے ناولوں کا اسلوب ہیئتی تجربات اور تنوع کے باوجود روایت سے وابستہ رہا ہے۔ ناول میں تجربات کا رشتہ اس کی روایت سے جُڑا ہوا ہے۔ اس لیے زندگی کی تخیّلی تشکیلِ نو اور زندگی کی فلسفیانہ تعبیر کا فن ہے۔ اکیسویں صدی کے ناول نگار پہلے اس اُلجھی ہوئی اور پُراسرار زندگی کو اپنے تاریخی شعور کی مدد سے سمجھتا ہے اور اپنی مہارت اور اسلوبِ بیان کے سہارے ایک خاص ہیئت میں ڈھالتا ہے۔ اکیسویں صدی کے اُردو ناول کو ارتقاء کی نئ نئ منزلوں سے گزارنے کے لیے ضروری ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ ناول کے اسالیب، موضوعات اور ہیئتوں میں تجربے ہوتے رہیں مگر ان تجربوں کی اساس روایت پر ہی رکھی جائے۔ اس آرٹیکل میں شامل ناولوں کے مستقبل سے مایوس نہیں ہو سکتے۔ اُردو ناول میں ہیئتی اور اسلوبیاتی سطح پر جو تجربے ہو رہے ہیں وہ ان خوش آئند اور روشن احکامات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں جو اکیسویں صدی میں اُردو ناول کے لیے ترقی کا باعث بنیں گے۔

جدید ناول نگاروں نے اُردو ادب میں نئے اسلوبیاتی تجربات کر کے اُردو ادب کے اثاثوں میں اضافہ کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُردو ناول کا مستقبل کافی شاندار اور روشن نظر آتا ہے۔ ناول نگار اس فن میں دلچسپی لے کر نئے نئے ناول تخلیق کر رہے ہیں۔ ناول میں حقیقی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو مکمل طور پر دکھانے کی سعی کی جاتی ہے۔ انسانی زندگی میں تبدیلی کی طرح ناول کے اسلوب اور ہیئت میں بھی تبدیلی، جدت اور تجربات ناگزیر ہیں۔ اکیسویں صدی میں اُردو ناول نگاروں نے جدید موضوعات کے ساتھ تکنیکی تجربات کر کے اُردو ناول کو عروج بخشا ہے۔ اُردو ناول نگار نے ناول میں اپنے خیالات کا اظہار کرنے کے لیے ایسا انداز پیش کیا ہے کہ ہیَت اور اسلوب کو ذریعہ اظہار بناتے ہوئے ناول نگاری کی ہے۔ اکیسویں صدی کے ناول میں ہیئت اور اسلوب کے

تجربات ہماری بھری زندگی سے تعلق رکھتے ہیں۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ ناول کی تخلیق کے ساتھ ساتھ تخلیق و تنقید کو مستحکم کیا جائے تاکہ آنے والے دور میں نہ صرف ناول کے کینوس کو وسیع کیا جائے بلکہ اُردو ناول کی ہیئت اور اسلوب میں نئے تجربات بھی کیے جائیں۔

اکیسویں صدی کے ناول نگاروں نے اپنے تخلیقی تجربے کو ناولوں میں منتخب کر لیا ہے۔ انہوں نے اپنے قصّوں کو معطل نہیں ہونے دیا جو دیکھا ہے اس کے تخلیقی امکانات کے ساتھ ساتھ پرکھا بھی ہے۔ اکیسویں صدی کا ناول، کسی تحریک کے ردِّ عمل کے تحت یا کسی نئی تحریک کے زیرِ اثر لکھا جانے والا ناول نہیں، سیاسی و سماجی صورتِ حال کی دِین ہے۔ نیا ناول رواں عصر کے دروازے پر دستک ہے۔ اکیسویں صدی کا ناول نگار انسانی جذبات اور خیالات کے مختلف پہلوؤں کو ناول میں بیان کرتا ہے۔ معاشرے کے افراد کے مسائل کو سلجھاتا ہے اور حیات و کائنات کے راز کو ناول میں افشاں کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ صالح اس بارے میں رقم طراز ہیں:

> "ناول بھی ایک سفر ہے۔ جس کی منزل ہمیں پہلے سے معلوم نہیں۔ ناول حقیقی زندگی کا ترجمان تو یقیناً ہوتا ہے لیکن یہ حقیقت تاریخ یا فلسفہ کی حقیقت نہیں ہوتی بلکہ انسانی حقیقت ہوتی ہے۔ ناول کو زمانے کی زندگی اور معاشرت کی سچی تصویر پیش کرتا ہے جس دور میں وہ لکھا جائے۔"(۸)

اکیسویں صدی کے ناول نگاروں نے اپنے ناولوں میں حقیقی زندگی کی ترجمانی کی ہے اور معاشرے کی سچی تصویر کو پیش کیا ہے۔ گزرے ہوئے بیس برسوں میں اردو ناول اپنی پھیلاؤ اور نئے امکانات کی ڈھونڈ میں آگے بڑھا ہے۔ جو ناول نگار پوری لگن سے بروئے کار لانے میں کوشاں ہیں ان میں مرزا اطہر بیگ، محمد اقبال، محمد عاصم بٹ، نیلم احمد بشیر، اختر رضا سلیمی، رفاقت حیات، سید کاشف رضا، عاطف علیم، زیف سید، علی اکبر ناطق، نجم الدین احمد، آمنہ مفتی، آزاد مہدی اور صفدر زیدی قابل ذکر ہیں۔

ظاہری دانست میں خالد فتح محمد رواں صدی کے تعداد میں زیادہ ناول لکھنے والوں کی فہرست میں سب سے آگے ہیں، خالد فتح محمد کے ناولوں "خلیج"، "ٹبا" اور "کوہ گراں" نے پڑھنے والوں سے داد وصول کر کے ایک مثال قائم کی ہے۔ اس کے علاوہ ان کے دوسرے ناول "پری"، "سانپ سے زیادہ سیر اب"، "اے عشق بلا خیز"، "شہر مدفون" اور حال ہی میں شائع ہونے والا ناول "زینہ" بھی عصر حاضر کے ناولوں میں کامیاب ناول ہیں۔ خالد فتح محمد کے علاوہ دوسرے اردو کے فکشن نگار بھی جن میں مستنصر حسین تارڑ، مرذا اطہر بیگ، حسن منظر، محمد عاصم بٹ وغیرہ دہرائی میں خود کو بچا نہیں پاتے۔ مراز اطہر بیگ کی طویل مختصر کہانی "بے افسانہ" ان کے تینوں ناولوں میں کہیں کم تو کہیں پوری شدت سے جلوہ گر نظر دکھائی دیتی ہے۔ مستنصر حسین تارڑ کے ہاں اسلوبیاتی دہرائی کے ساتھ مواد، جگہ، مرکزی کرداروں کے نفسیاتی مسائل تک داہرئے جاتے ہیں۔ محمد عاصم بٹ پوری قوت سے "دائرہ" میں سے دو مزید ناول نکالنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ خالد فتح محمد نے اکیسویں صدی کی پہلی دہائی میں ناول نگاری کا آغاز کیا۔ وہ اپنے کرداروں کے ذریعے سے مذکورہ حالات عوام سے مکالمہ کرتے ہیں وہ عوام کو سیاسی، معاشی، معاشرتی اور مذہبی

غلامی سے آزاد کروانا چاہتے ہیں اور معاشرہ جو اپنی آزادی رہن سہن کھو چکا ہے آزادی کا احساس دلانا چاہتے ہیں اور اپنی تحریروں کے ذریعے حق اور صداقت کا علم تھامے میدان عمل میں موجود ہیں ان کے ناول اس کے عمل کی گواہی ہیں۔

مرزا اطہر بیگ ایک ناول نگار، ڈرامہ نگار، افسانہ نگار اور فلسفی ہیں۔ انھوں نے ٹیلی ویژن کے لیے پندرہ ڈرامے لکھے جو کئی اقساط پر مشتمل تھے جن میں دلدل، پاتال، نشیب اور حصار زیادہ مقبول ہوئے۔ ان کا پہلا ناول "غلام باغ" کے نام سے ۲۰۰۲ء میں چھپ کر داد اور شہرت حاصل کر چکا ہے۔ اس ناول نے اردو ادب میں تجریدیت کی ایک نئی روایت کا آغاز کیا ہے جو اس خلاقی سے اردو ادب میں موجود نہ تھی۔ اس کا دوسرا ناول "صفر سے ایک تک" ۲۰۰۶ء جبکہ "حسن کی صورتحال"، "خالی جگہ پر کرو" ۲۰۱۴ء میں شائع ہو چکا ہے۔ ان کا افسانوی مجموعہ ۲۰۱۴ء، میں، "بے افسانہ" کے نام سے شائع ہوا۔ مرزا اطہر بیگ نے اپنے ناولوں میں کہانی، اسلوب اور کردار کی پیشکش کے روایتی طریقہ کار سے انحراف کیا ہے اور مابعد نو آبادیاتی صورتحال کی عکاسی کی ہے۔ اس طرح اکیسویں صدی کی پہلی دہائی میں منفرد اسلوب اور موضوع کو ناول میں متعارف کرانے والے وہ پہلے ناول نگار ہیں۔ ان کا موضوع اور اسلوب مابعد جدیدیت کے عناصر کی جھلک پیش کرتا ہے۔ یہ اسلوب پڑھے لکھے قاری کے لیے ترتیب دیا جانے والا اسلوب ہے۔ یہ عام ناولوں اور ان کی تحریروں سے مختلف ہے۔

حسن منظر اردو کے ایسے فکشن نگار ہیں جن کا مختصر اور طویل فکشن تادیر یاد رکھا جائے گا۔ بیشتر افسانہ نگاروں کے برعکس حسن منظر نے افسانے کے ساتھ ساتھ ناول کی صنف پر بھی بھرپور توجہ مرکوز کی ہے۔ حسن منظر کے اکیسویں صدی میں کئی ناول شائع ہو چکے ہیں۔ ان میں "العاصفہ" کے بعد "دھنی بخش کے بیٹے" شامل ہیں۔ ان کے علاوہ ان کا زیرِ نظر ناولٹ "وبا" ہے جس سے وہ ایک بیانیہ قرار دیتے ہیں۔ یہ ایک ہسپتال کی کہانی ہے جو 1960ء کے عشرے کی عکاسی کرتا ہے۔ علی حیدر لکھتے ہیں:

> "شہزاد منظر کا طریق کار یہ ہے کہ وہ پہلے افسانے اور ناول سے متعلق نئے اور تازہ ترین موضوعات کا انتخاب کرتے ہیں۔ پھر اس کے بارے میں ضروری مواد یکجا کرنے اور اس کے بعد اس کے تمام پہلوؤں پر غور کر کے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں۔ اردو کے علاوہ انگریزی، روسی اور بنگالی فکشن پر ان کی نظر گہری ہے۔ اس لیے وہ اپنی آرا کو بین الاقوامی ادبی حوالوں کی مدد سے مستحکم بناتے ہیں۔"(۹)

ڈاکٹر حسن منظر جدید معاصر ناول نگاروں میں ایک بڑا نام ہیں۔ ان کی دیگر کتابیں مثلاً "جان کے دشمن"، "ایک اور آدمی" اور "انسان کا دیش" سے ان کے مقام و مرتبہ کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

محمد عاصم بٹ نے ادبی زندگی کی شروعات شاعری سے کی۔ تاہم جلد ہی میلان طبع کی وجہ سے کہانی کاری کی طرف متوجہ ہوئے۔ پہلی کہانی 1989ء میں "ماہِ نو" میں شائع ہوئی۔ 1998ء میں کہانیوں کا پہلا مجموعہ "اشتہار آدمی" کے نام سے اور 2009ء میں ناول "دائرہ" شائع ہوا۔

اردو ناول ایک نئی منزل سے ہم آغوش ہے۔ اس کی دنیا نہایت وسیع ہو چکی ہے۔ مسلسل نئے ناول شائع ہو رہے ہیں۔

مثال کے طور پر انتظار حسین، عمیرہ احمد، رضیہ بٹ، خالد جاوید، مستنصر حسین تارڑ اور نسیم حجازی کے نئے ناول اپنے وسیع کینوس کی وجہ سے نہ صرف قاری کو متاثر کرتے ہیں بلکہ موضوعاتی طور پر ہمیں نئی دنیا اور نئے آفاق سے روشناس کراتے ہیں۔ بم دھماکے، کشمیر کا مسئلہ، بڑھتی ہوئی آبادی،، موجودہ وبا "کرونا" کی صورت حال، فرقہ واریت کے معاملات، ریپ کے انسانیت سوز واقعات، رشوت ستانی، سیاسی قدروں کی پامالی، تشدد اور جنسی تشدد کی بھیانک شکلیں، تیسری جنگ عظیم کا خطرہ، ملکی اور غیر ملکی سیاست کی خود غرضی، امریکہ کی دوسرے ملکوں کو محکوم بنانے کی چالیں، فلسطین پر یہودیوں کا ناجائز قبضہ، سیاسی بازی گروں کا انسانی تشدد کی بنا پر علیحدگی کی فضا قائم کرنا، ذات پات اور بھید بھاؤ کے نام پر عوام کو تقسیم کرنا، بے ہودہ رسوم ورواج، نوجوان نسل کا تمام اخلاقی قدروں کو پامال کرنا، تعلیمی اداروں میں نظم وضبط کی کمی، موبائل فون اور ٹی وی کا غلط استعمال، جنسی ہیجان انگیزی، منشیات کی سودے بازی، بے حیائی اور حرام کاری کی طرف انسان کے بڑھتے قدم، نمود و نمائش اور حرام خوری جیسے موضوعات ہمارے ناول نگار اپنی کہانیوں میں بڑی شدت سے برت رہے ہیں۔ اس لیے آج کا ناول پہلے کے ناولوں سے کافی حد تک مختلف ہے۔ آج کا ناول نگار زندگی کے مختلف پہلوؤں کو کمال ہوشیاری سے واشگاف کرنا چاہتا ہے اور ناول میں تازہ کاری کی نئی لہر پیدا کرنا چاہتا ہے۔ کہانی کا یہ نیا منظر نامہ نئے فلسفوں اور نئے حقائق کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ پروفیسر ناز قادری دور جدید کے ناول کے بارے میں رقم طراز ہیں:

> "دور جدید کے ناول مجموعی طور پر اردو ناول کے سرمایہ فکر و فن میں اضافے کا سبب بنے ہیں۔ اردو ناول نگاری نے اپنی ارتقائی منزلیں جتنی تیزی کے ساتھ کی ہیں اس کے پیش نظر خوشگوار مستقبل کی توقع بے جا نہیں ہے۔ ہمارے ناول نگاروں نے زندگی کی تمام پہنائیوں، وسعتوں اور رنگارنگ پہلوؤں کو تخلیقی انہماک وخلوص اور نئی بصیرتوں کے ساتھ ناولوں میں پیش کیا ہے۔ ان ناولوں میں بیشتر احساس کی سچائی، تجربات کا تنوع، فکر کی گہرائی، تخیل کی ندرت اور شاداب فنی شعور کی کارفرمائی موجود ہے۔ انفرادی اور اجتماعی ناسودگیوں، محرومیوں اور عصری صداقتوں کو ان ناول نگاروں نے جاندار، پُر اثر اور تازہ تر ناولی اسلوب میں منتقل کیا ہے۔"(۱۰)

ناول نگار کا مقصد قاری تک کہانی کے لسانی برتاؤ سے کرداروں کے اندرونی تضادات، جذباتی تہہ داروں اور حیات و کائنات کی پیچیدہ اور مشکل سے مشکل آگہی سے اسے باقاعدہ متعارف کرانا بھی ہے۔ اس عہد کا ناول ایک بڑی دنیا کو لے کر آیا ہے جس میں کمپیوٹر، سائبر سپیس سمارٹ فون اور گلوبل ویلج کا تصور کلیدی صورت اختیار کر گیا ہے۔ آج کے ناولوں نے اسلوب، تکنیک اور ہیئت کی سطح پر جو تجربات کیے ہیں، ان کی زندگی، عہد نو کی زندگی اور اس کے پر پیچ خدوخال کو ناول کے ذریعہ جس طرح پیش کیا ہے وہ اپنی جگہ فکشن کا ایک نیا استعارہ اور نیا منظر نامہ ہے۔ اس نئے منظر نامے کو ناولوں میں پیش کر کے اردو ناول میں تازہ کاری کی لہر تخلیق کی گئی ہے۔

حوالہ جات

1. آل احمد سرور، "نظر اور نظریے"، دہلی، مکتبہ جامعہ، ۲۰۱۳ء، ص ۱۰۴
2. ایضاً، ص۱۰۶
3. ایضاً، ص۱۰۴
4. ایضاً، ص۱۰۳
5. ایضاً، ص۱۰۷
6. ایضاً، ص:۱۰۷
7. شاعر علی شاعر، "جدید اردو ناول اسلوب و فن"، لاہور، عکس پبلی کیشنز، ۲۰۱۹ء، ص۱۳۱
8. صالحہ زریں، "اردو ناول کا سیاسی و سماجی مطالعہ"، الہ آباد، سرسوتی پریس، ۲۰۰۰ء۲۰۰۰ء، ص۵۸
9. علی حیدر ملک، "شہزاد منظر: فن اور شخصیت"، کراچی، فکشن گروپ پبلی کیشنز، ۱۹۹۴ء۱۹۹۶ء، ص ۱۴۰
10. ناز قاری، "اردو ناول کا سفر"، مظفر پور، مکتبہ صدف، ۲۰۰۱ء، ص ۱۴۴